قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 31 جولائی 2021ء | 20 ذوالحج 1442 ہجری قمری | جلد: 3 | شمارہ: 180

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: رب کی رضا باپ کی رضا مندی میں ہے، اور رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

(ترمذی کتاب البرّ والصلاۃ حدیث نمبر 1899)

حضرت عبداللہؓ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، کوئی شخص اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے؟۔ فرمایا: ہاں وہ دوسرے آدمی کے ماں اور باپ کو گالی دیتا ہے تو جواب میں دوسرا شخص اس کے ماں اور باپ کو گالی دیتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

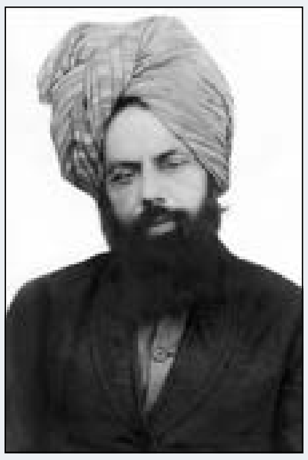

باپ کی دعا بیٹے کے حق میں قبول ہوتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ظہر کے وقت ایک نووارد صاحب سے ملاقات کی اور ان کو تاکید سے فرمایا کہ وہ اپنے والد کے حق میں جو سخت مخالف ہیں دعا کیا کریں انہوں نے عرض کی کہ حضور میں دعا کیا کرتا ہوں اور حضور کی خدمت میں بھی دعا کے لئے ہمیشہ لکھا کرتا ہوں حضرت اقدس نے فرمایا کہ:

’’توجہ سے دعا کرو باپ کی دعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی دعا باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں تو اس وقت ہماری دعا کا بھی اثر ہوگا۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ نمبر 502 ایڈیشن 1988)

بٹالہ کے سفر کے دوران حضرت اقدس، شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی سے ان کے والد صاحب کے حالات دریافت فرماتے رہے اور نصیحت فرمائی کہ:

’’ان کے حق میں دعا کیا کرو ہر طرح اور حتی الوسع والدین کی دلجوئی کرنی چاہیئے اور ان کو پہلے سے ہزار چند زیادہ اخلاق اور اپنا پاکیزہ نمونہ دکھلا کر اسلام کی صداقت کا قائل کرو۔ اخلاقی نمونہ ایسا معجزہ ہے کہ جس کی دوسرے معجزے برابری نہیں کر سکتے سچے اسلام کا یہ معیار ہے کہ اس سے انسان اعلیٰ درجے کے اخلاق پر ہو جاتا ہے اور وہ ایک ممیز شخص ہوتا ہے شاید خدا تعالیٰ تمہارے ذریعہ ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دے۔ اسلام والدین کی خدمت سے نہیں روکتا۔ دنیوی امور جن سے دین کا حرج نہیں ہوتا ان کی ہر طرح سے پوری فرمانبرداری کرنی چاہئے۔ دل و جاں سے ان کی خدمت بجا لاؤ۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 492 ایڈیشن 1988)

ارشادِ باری تعالیٰ

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا ﴿۲۴﴾ وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا ﴿ؕ۲۵﴾

(بنی اسرائیل: 24تا25)

ترجمہ: اور تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔ اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پَر جُھکا اور کہہ کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی خواہش ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اسکا رزق بڑھا دیا جائے تو اس کو چاہئے کہ اپنے والدین سے حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کی عادت ڈالے۔

(مسند احمد۔ جلد 3 صفحہ نمبر 266 مطبوعہ بیروت)

تو یہاں عمر بڑھانے کا اور رزق میں برکت کا ایک اصول بتا دیا گیا ہے کہ اگر کشائش چاہتے ہو، اپنے بچوں کی دور دور کی خوشیاں دیکھنا چاہتے ہو تو والدین سے حسن سلوک کرو۔ ان کے تم پر جو احسانات ہیں انہیں یاد رکھو۔ یاد رکھو کہ بچپن میں تمہیں انہوں نے بڑی تکلیف سے پالا ہے۔ اگر تمہاری طرف توجہ نہ دیتے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمہاری تو یتیمی کی حالت تھی۔ کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ تمہیں کسی نے پوچھنا بھی نہیں تھا۔ وہ ماں باپ ہی ہیں جو بچے کو اس طرح پوچھتے ہیں، در در سے پوچھتے ہیں۔ تو جب تم بڑے ہوتے ہو تو تمہاری لکھائی پڑھائی کی کوشش کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ اپنے پر ہر تکلیف وارد کرتے ہیں اور تمہیں پڑھاتے ہیں۔ کئی والدین ایسے ہیں جو فاقے کرتے ہیں اور اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ ہمارے بچے پڑھ جائیں۔ تا کہ بڑے ہو کر وہ معاشرے میں عزت و احترام سے رہ سکیں، ہمارے والا ان کا حال نہ ہو۔ لیکن بعض ایسے ناخلف اور بدقسمت بچے ہوتے ہیں کہ جب وہ سب کچھ ماں باپ سے حاصل کر لیتے ہیں، تعلیم حاصل کر کے بڑے افسر لگ جاتے ہیں تو اپنی الگ دنیا بسا لیتے ہیں اور پھر ماں باپ کی کوئی

بقیہ صفحہ 8 پر

اس شمارہ میں

- دیکھا ہے وہ چہرہ کبھی جی بھر نہیں دیکھا (منظوم)
- حضرت مسیح موعودؑ کے آزمودہ نسخے
- بنیادی مسائل کے جوابات (قسط 17)
- جماعت احمدیہ کے خلاف کفر کا فتویٰ اور جماعت کا ردعمل

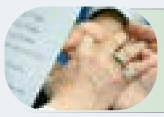

دربارِ خلافت

جس قدر کوئی شخص قرب حاصل کرتا ہے، اسی قدر مؤاخذہ کے قابل ہے

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے بعد ہماری ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں کہ ہم یہ معیار حاصل کریں اور ہمارا ہر قول اور فعل نیکیاں بکھیرنے والا اور برائیوں کو روکنے والا ہو۔ ورنہ ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ ہوسکتا ہے کہ ہم الٹا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے والے بن جائیں کہ ایک عہد کر کے پھر اُسے پورا نہیں کر رہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’مَیں بار بار کہہ چکا ہوں کہ جس قدر کوئی شخص قرب حاصل کرتا ہے، اسی قدر مؤاخذہ کے قابل ہے۔ ... وہ لوگ جو دُور ہیں، وہ قابل مؤاخذہ نہیں، لیکن تم ضرور ہو۔ اگر تم میں اور اُن میں کوئی ایمانی زیادتی نہیں، تو تم میں اور ان میں کیا فرق ہوا‘‘۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 28، ایڈیشن 1988)

پس ہمیں اس بات پر خوش نہیں ہو جانا چاہئے کہ ہم نے زمانے کے امام کو مان لیا بلکہ اب اپنی حالتوں کی طرف پہلے سے زیادہ نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ تمہارا مؤاخذہ ہو گا، تم پوچھے جاؤ گے۔ پس ہمیں اس بات کی بہت فکر کرنی چاہئے کہ اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیں۔ کسی کا دینی علم حاصل کر لینا اُسے مؤاخذہ سے بچا نہیں سکتا، اگر عمل اُس کے مطابق نہیں ہے۔ کسی کا جماعتی خدمت پر مامور ہونا، کوئی عہدہ مل جانا اُسے مؤاخذہ سے بچا نہیں سکتا اگر اُس کے عمل اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق نہیں ہیں۔ کسی کا کسی خاندان کا فرد ہونا، بزرگوں کی خدمات اُس کو مؤاخذہ سے بچا نہیں سکتیں، اگر عمل اُس کے مطابق نہ ہوں جس کی اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اور جگہ بھی بڑا واضح فرمایا ہے کہ صرف بیعت کر لینے سے تم متبعین کے جو انعامات ہیں اُن کے وارث نہیں بن جاتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’یقیناً سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ پیارے نہیں ہیں جن کی پوشاکیں عمدہ ہوں اور وہ بڑے دولت مند اور خوش خور ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ پیارے ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں اور خالص خدا ہی کے لیے ہو جاتے ہیں‘‘۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

’’منجملہ اس کے وعدوں کے ایک یہ بھی ہے، جو فرمایا: وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (آل عمران: 56)‘‘ (یعنی جو تیرے پیرو ہیں اُنہیں ان لوگوں پر جو کافر ہیں یا منکر ہیں اُن پر قیامت تک بالادست رکھوں گا، فوقیت دوں گا۔) فرمایا کہ ’’یہ تو سچ ہے کہ وہ میرے متبعین کو میرے منکروں اور میرے مخالفوں پر غلبہ دے گا۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ متبعین میں سے ہر شخص محض میرے ہاتھ پر بیعت کرنے سے داخل نہیں ہوسکتا جب تک اپنے اندر وہ اتّباع کی پوری کیفیت پیدا نہیں کرتا متبعین میں داخل نہیں ہوسکتا‘‘۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 596 ایڈیشن 1988)

(خطبہ جمعہ 20 جنوری 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

دیکھا ہے وہ چہرہ کبھی جی بھر نہیں دیکھا

دیکھا ہے وہ چہرہ کبھی جی بھر نہیں دیکھا
نظریں جو ملیں ، نظریں اُٹھا کر نہیں دیکھا

اک حسن کے جلوے کا تصور تو ہے قائم
آنکھوں نے اسے نور سے باہَر نہیں دیکھا

اُس شمعِ فروزاں پہ فدا ہم جو ہوئے ہیں
اُس لعل سا روشن کوئی گوہر نہیں دیکھا

ہم ہی نہیں داخل صفِ عشّاق میں اس کی
کرتا جو نہ ہو جان نچھاور ، نہیں دیکھا

دل اس کی محبّت میں دھڑکتا ہے تو ایسا
ہم نے تو کوئی دنیا میں ، دلبر نہیں دیکھا

ہے ایک جہاں کب سے کھڑا اس کے مقابل
اس میں کبھی دشمن کا کوئی ڈر نہیں دیکھا

الزام ہمیں دیتی ہے دنیا تو وہ دے گی
پیغام یہ رکنے کا تو منظر نہیں دیکھا

عرفان کے نکتوں کو صحیفوں سے بتا کر
جو علم سے کرتا ہو منوّر نہیں دیکھا

طارق کو تسلّی ہے تو بس اس کی دعا سے
اس جیسا زمانے میں تو رہبر نہیں دیکھا

ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ لندن

آج کی دعا

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۷﴾

(یونس: 86 تا 87)

ترجمہ: تو انہوں نے (حضرت موسیٰؑ کی قوم نے) (جواباً) کہا اللہ پر ہی ہم توکل رکھتے ہیں۔ اے ہمارے ربّ! ہمیں ظالم لوگوں کے لئے ابتلا نہ بنا۔ اور ہمیں اپنی رحمت سے کافر لوگوں سے نجات بخش۔

یہ قرآنِ کریم کی کافر قوم سے نجات کی کامل دعا ہے۔

مندرجہ بالا دعا قومِ موسیٰ کی ہے جب وہ فرعون کے مظالم اور اس کے خوف کے باوجود حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئے تھے۔

حضرت یوسفؑ کی قید وہجرت کی وجہ سے بنی اسرائیل مصر میں جا آباد ہوئے تھے۔ چند سو سالوں کے بعد ہی انکی تعداد جب زیادہ ہونے لگی تو مصر کے بادشاہوں نے (جنکا لقب قرآن مین فرعون آیا ہے) بنی اسرائیلیوں پر سخت مظالم شروع کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے انکے مظالم سے نجات کے لئے بنی اسرئیل میں حضرت موسیٰؑ کو مبعوث فرمایا۔ فرعون نے آپؑ کا انکار کیا۔ چند لوگ آپؑ پر ایمان بھی لائے اور خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ اس مظلوم قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی۔ فرعون کو سمندر میں آپؑ اور آپکی قوم کا تعاقب کرتے ہوئے غرق کر دیا۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

اداریہ

حضرت مسیح موعودؑ اور طب

قسط نمبر 2

طبیب اور دعا

فرمایا:

طبیب کے واسطے بھی مناسب ہے کہ اپنے بیمار کے واسطے دعا کیا کرے کیونکہ سب ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کو حرام نہیں کیا کہ تم حیلہ کرو۔ اس واسطے علاج کرنا اور اپنے ضروری کاموں میں تدابیر کرنا ضروری امر ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ مؤثر حقیقی خدا تعالےٰ ہی ہے۔ اسی کے فضل سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔ بیماری کے وقت چاہیے کہ انسان دوا بھی کرے اور دعا بھی کرے۔ بعض وقت اللہ تعالیٰ مناسب حال دوائی بھی بذریعہ الہام یا خواب بتلا دیتا ہے اور اس طرح دعا کرنے والا طبیب علم طب پر ایک بڑا احسان کرتا ہے۔ کئی دفعہ اللہ تعالیٰ ہم کو بعض بیماریوں کے متعلق بذریعہ الہام کے علاج بتا دیتا ہے۔ یہ اس کا فضل ہے۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 53)

بیماری میں کلام پڑھ کر پھونکنا

ایک دوست نے سوال کیا کہ مجھے قرآن شریف کی کوئی آیت بتلائی جاوے کہ میں پڑھ کر اپنے بیمار کو دم کروں تا کہ اس کو شفا ہو۔

حضرت نے فرمایا:

بیشک قرآن شریف میں شفا ہے۔ روحانی اور جسمانی بیماریوں کا وہ علاج ہے مگر اس طرح کے کلام پڑھنے میں لوگوں کو ابتلاء ہے۔ قرآن شریف کو تم اس امتحان میں نہ ڈالو۔ خدا تعالیٰ سے اپنے بیمار کے واسطے دعا کرو۔ تمہارے واسطے یہی کافی ہے۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 70)

علاج معالجہ اور فیس

ایک احمدی بھائی کا خط پیش کیا گیا کہ میں نے ایک احمدی بھائی کے دو بیٹوں کا معالجہ کیا تھا ایک ان میں سے شفایاب ہوا اور دوسرا مر گیا۔ اور اس بھائی نے دس روپے فیس کے دیئے تھے کیا وہ میرے لئے جائز ہیں؟

فرمایا:

ہاں جائز ہے

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 175)

معالجہ و ہمدردی

سوال ہوا کہ طاعون کا اثر ایک دوسرے پر پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں طبیب کے واسطے کیا حکم ہے؟

فرمایا:

طبیب اور ڈاکٹر کو چاہئے کہ وہ علاج معالجہ کرے اور ہمدردی دکھائے۔ لیکن اپنا بچاؤ رکھے۔ بیمار کے بہت قریب جانا اور مکان کے اندر جانا اس کے واسطے ضروری نہیں ہے۔ وہ حال معلوم کر کے مشورہ دے۔ ایسا ہی خدمت کرنے والوں کے واسطے بھی ضروری ہے کہ اپنا بچاؤ بھی رکھیں اور بیمار کی ہمدردی بھی کریں۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 249)

دیسی بوٹیاں

سیر میں برلب سڑک خودرَو بُوٹیوں کی طرف اشارہ کر کے اور حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب کو مخاطب کر کے حضرت اقدس نے فرمایا:

یہ دیسی بُوٹیاں بہت کارآمد ہوتی ہیں مگر افسوس کہ لوگ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

حضرت مولوی صاحب نے عرض کیا کہ یہ بُوٹیاں بہت مفید ہیں۔ گندلوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ہندو فقیر لوگ بعض اسی کو جمع کر رکھتے ہیں اور پھر اسی پر گذارا کرتے ہیں۔ یہ بہت مقوی ہے اور اس کے کھانے سے بواسیر نہیں ہوتی۔ ایسا ہی کنڈیاری کے فائدے بیان کئے جو پاس ہی تھی۔

حضرت نے فرمایا:

ہمارے ملک کے لوگ اکثر اُن کے فوائد سے بے خبر ہیں اور اس طرح توجہ نہیں کرتے کہ اُن کے مُلک میں کیسی عمدہ دوائیں موجود ہیں جو کہ دیسی ہونے کے سبب اُن کے مزاج کے موافق ہیں۔

(ملفوظات جلد نہم صفحات 254تا255)

طبّی علوم

فرمایا:

علم طب کی بناء بھی ظنّیات پر ہے۔ جب مرض الموت آتی ہے تو کوئی دوا شفا نہیں دیتی بلکہ ہر ایک دوا الٹی پڑتی ہے۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ شفا دینا چاہتا ہے تو معمولی دوائی بھی کارگر ہوجاتی ہے۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 309)

طبیبوں کے علاج اور بعض بیماریوں کا ذکر

طبیبوں کے علاج اور بعض بیماریوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا:

اکثر طبیبوں کا یہ کام ہے کہ جب انہیں مایوسی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں اور بظاہر نظر کامیابی کی راہیں مسدود نظر آتی ہیں تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ خاص خاص شبہات پیدا ہو گئے تھے ورنہ یہ ہوتا تو ٹھیک تھا۔ یہ بات نہیں ہوسکی وہ نہیں ہوسکی۔ ایسا کرنا چاہئے تھا ویسا کرنا چاہئے تھا مگر یہ سب باتیں توحید کے برخلاف ہیں۔ اگر طبیب سے غلطی ہوگئی ہے یا کامیابی نہیں ہوسکی تو پھر کیا ہوا۔ اس کا کام تو صرف ہمدردی کرنا تھا تقدیر کا مقابلہ نہ کرنا تھا۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 340)

ہر درد را درمان ہست

حدیث شریف میں لکھا ہے۔ مَامِنْ دَآءٍ اِلَّا لَہٗ دَوَآءٌ یعنی کوئی بیماری نہیں جس کی دوائی موجود نہ ہو۔ اگر اصلی دوا اور علاج ہوتا رہے تو عمر طبعی سے پہلے انسان مرے کیوں؟

مگر یاد رکھنا چاہئے کہ انسان ایک نہایت ہی کمزور ہستی ہے۔ ایک ہی بیماری میں باریک در باریک اور بیماریاں شروع ہوجاتی ہیں۔ انسان غلطی سے کب تک بچ سکتا ہے انسان بڑا کمزور ہے۔ غلطی ہوہی جاتی ہے۔ اکثر اوقات تشخیص میں ہی غلطی ہو جاتی ہے اور اگر تشخیص میں نہیں ہوئی تو پھر دوا میں ہو جاتی ہے۔ غرض انسان نہایت کمزور ہستی ہے غلطی سے خود بخود نہیں بچ سکتا۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہی چاہیے۔ اس کے فضل کے بغیر انسان کچھ چیز نہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دافع بلیات تو صرف خدا تعالےٰ ہے۔

(ملفوظات جلد نہم صفحات 367تا368)

تقدیر معلّق اور تقدیر مبرم

فرمایا:

تقدیر دو طرح کی ہوتی ہے ایک کو تقدیر معلق کہتے ہیں اور دوسری کو تقدیر مبرم کہتے ہیں۔ ارادۂ الٰہی جب ہو چکتا ہے تو پھر اس کا تو کچھ علاج نہیں ہوتا۔ اگر اس کا بھی کچھ علاج ہوتا تو سب دنیا بچ جاتی۔ مبرم کی علامات ہی ایسی ہوتی ہیں کہ دن بدن بیماری ترقی کرتی جاتی ہے اور حالت بگڑتی چلی جاتی ہے۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 384)

ٹیکہ ایک دوا ہے

کسی نے ٹیکہ لگوانے کی بابت دریافت کیا۔ فرمایا:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوئی بیماری نہیں جس کی دوا نہ ہو۔ ٹیکہ بھی ایک دوا ہے۔ مسلمانوں کو اگر وہ مسلمان بن جاویں تو خدا تعالےٰ ہی ان کا ٹیکہ ہے۔ چاہیے کہ جس جگہ بیماری زور پکڑ جاوے وہاں نہ جاویں اور جس جگہ ابھی ابتدائی حالت ہو تو وہاں سے باہر کھلی ہوا میں چلے جائیں۔ مکان بدن اور کپڑے کی صفائی کا بہت خیال رکھیں۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 419)

مرتبہ: ظہیر احمد خان۔ انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن

بنیادی مسائل کے جوابات

قسط نمبر 17

سوال: ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا کہ ”طارق میگزین“ میں شائع ہونے والے ایک انٹرویو میں جنوں کا ذکر کیا گیا ہے جس میں انٹرویو دینے والے نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا بظاہر یہ موقف بیان کیا ہے کہ جنات کا وجود موجود ہے، جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے موقف کے برعکس ہے۔ اس پر مخالفین اعتراض کرتے ہیں۔ اس کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے؟

جواب: حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے مکتوب مورخہ 18 مارچ 2021ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطاء فرمایا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

قرآن کریم اور حدیث میں جنّ کا لفظ کثرت کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی مخفی رہنے والی چیز کے ہیں۔ جو خواہ اپنی بناوٹ کی وجہ سے مخفی ہو یا اپنی عادات کے طور پر مخفی ہو۔ اور یہ لفظ مختلف صیغوں اور مشتقات میں منتقل ہو کر بہت سے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور ان سب معنوں میں مخفی اور پس پردہ رہنے کا مفہوم مشترک طور پر پایا جاتا ہے۔

چنانچہ جنّ والے مادہ سے بننے والے مختلف الفاظ مثلاً جَنَّ سایہ کرنے اور اندھیرے کا پردہ ڈالنے، جنین ماں کے پیٹ میں مخفی بچہ، جنون وہ مرض جو عقل کو ڈھانک دے، جنان سینہ کے اندر چھپا دل، جَنَّة باغ جس کے درختوں کے گھنے سائے زمین کو ڈھانپ دیں، مِجَنَّة ڈھال جس کے پیچھے لڑنے والا اپنے آپ کو چھپالے، جانٌّ سانپ جو زمین میں چھپ کر رہتا ہو، جَنَن قبر جو مردے کو اپنے اندر چھپا لے اور جُنَّة اوڑھنی جو سر اور بدن کو ڈھانپ لے کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

پھر جنّ کا لفظ با پردہ عورتوں کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ نیز ایسے بڑے بڑے روٴسا اور اکابر لوگوں کیلئے بھی بولا جاتا ہے جو عوام الناس سے اختلاط نہیں رکھتے۔ نیز ایسی قوموں کے لوگوں کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے جو جغرافیائی اعتبار سے دور دراز کے علاقوں میں رہتے اور دنیا کے دوسرے حصوں سے کٹے ہوئے ہیں۔

اسی طرح تاریکی میں رہنے والے جانوروں اور بہت باریک کیڑوں مکوڑوں اور جراثیم کیلئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے رات کو اپنے کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانپ کر رکھنے کا ارشاد فرمایا اور ہڈیوں سے استنجا سے منع فرمایا اور اسے جنّوں یعنی چونٹیوں، دیمک اور دیگر جراثیم کی خوراک قرار دیا۔

علاوہ ازیں جنّ کا لفظ مخفی ارواح خبیثہ یعنی شیطان اور مخفی ارواح طیبہ یعنی ملائکہ کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

مِنَّا الصّٰلِحُوۡنَ وَمِنَّا دُوۡنَ ذٰلِکَ

(الجنّ:12)

جماعتی لٹریچر بالخصوص حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کی تحریر و تقاریر میں جنّ کا لفظ عموماً اسی مفہوم میں بیان ہوا ہے۔ اور اس سارے کلام میں عوام الناس کے ذہنوں میں پائے جانے والے جنّات کے بارہ میں ہر ایسے تصور اور مفہوم کی نفی کی گئی ہے جو انسانوں پر قبضہ کر لیں، عورتوں کو چمٹ جائیں، لوگوں کو ستائیں یا ان کے قابو میں آ جائیں اور انہیں ان کی من پسند کی چیزیں لا لا کر دیں۔ ایسے جنّ وہی لوگوں کے دماغوں کی تخلیق ہے، جنہیں اسلامی تعلیم تسلیم نہیں کرتی۔ چنانچہ جنّات کے وجود کی بابت ایک سوال کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

اس پر ہمارا ایمان ہے مگر عرفان نہیں نیز جنّات کی ہمیں اپنی عبادت، معاشرت، تمدن اور سیاست وغیرہ امور میں ضرورت ہی کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کیا عمدہ فرمایا ہے۔ مِنۡ حُسۡنِ اِسۡلَامِ الۡمَرۡءِ تَرۡکُہٗ مَا لَا یَعۡنِیۡہِ انسانی عمر بہت تھوڑی ہے سفر بڑا کڑا اور لمبا ہے اس واسطے زاد راہ لینے کی تیاری کرنی چاہئے ان بیہودہ محض اور لغو کاموں میں پڑے رہنا مومن کی شان سے بعید ہے خدا کے ساتھ ہی صلح کرو اور اسی پر بھروسہ کرو اس سے بڑھ کر کوئی قادر نہیں۔ طاقتور نہیں۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 403 مطبوعہ 2016ء)

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ ان تصوراتی جنّوں کا انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہاں ایک لڑکا رہتا تھا۔ اس کا نام عبدالعلی تھا۔ اس کے باپ کو جنّات کے حاضر کرنے کا بڑا دعویٰ تھا۔ وہ میرے ساتھ اکثر رہا۔ لیکن کبھی بھی میرے سامنے تو وہ جنّات کو حاضر نہ کر سکا۔

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ 249، مطبوعہ فروری 2002ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی مختلف تصانیف، خطبات اور خطابات میں جنّوں کے مسئلہ کو مختلف پیرایوں میں بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ میں بیان تعلیمات کی روشنی میں اس قسم کے جنّوں کے وجود کا کلیةً ردّ فرمایا جو عوام کے ذہنوں میں موجود ہے کہ وہ لوگوں کے سروں پر چڑھ جاتے ہیں یا بعض لوگوں کے قبضہ میں آ جاتے ہیں جو پھر ان جنّوں سے اپنی حسب منشاء کام کرواتے ہیں۔ چنانچہ جنّوں کے بارہ میں ایک سوال کے جواب میں حضور نے لکھوایا:

میں جنّات کی ہستی کا قائل ہوں مگر اس امر کا قائل نہیں کہ وہ کسی کے سر پر چڑھتے ہیں یا میوہ لا کر دیتے ہیں۔ جیسے فرشتے کسی کے سر پر نہیں چڑھتے جنّات بھی نہیں۔ جس طرح فرشتے انسانوں سے ملاقات کرتے ہیں اسی طرح جنّات بھی ملاقات کرتے ہیں لیکن جس طرح ان کا وجود ان کو اجازت دیتا ہے۔ رسول کریمؐ کی تعلیم کی نسبت میں سمجھتا ہوں کہ انسان اور جنّ سب کیلئے ہے اور آپ پر ایمان لانا جنّات کیلئے بھی ضروری ہے۔ آپ کی وحی پر عمل کرنا بھی۔ مگر میرا یہی عقیدہ اس بات کا بھی باعث ہوا ہے کہ میں یہ اعتقاد بھی رکھوں کہ وہ نہ کسی کے سر پر چڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی میوہ لا کر دے سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ پر ایمان لانیوالوں کا فرض تھا کہ وہ آپ کی مدد اور نصرت کریں۔ اگر جنّات میں طاقت ہوتی کہ انسان کی مدد کر سکتے یا نصرت کر سکتے تو کیوں وہ ابوجہل وغیرہ کے سر پر نہ چڑھے۔ ان کو کوئی قربانی بھی نہ کرنی پڑتی تھی۔ لوگ کہتے ہیں کہ جنّ مٹھائی لا کر دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ پر میں ایسے جنّوں کا قائل نہیں ہوسکتا جو زید و بکر کو تو مٹھائی لا لا کر کھلاتے ہیں۔ لیکن وہ شخص جس پر ایمان لانا ضروری اور فرض تھا اور بعض جنّ آپ پر ایمان بھی لائے تھے۔ تین تین دن تک فاقہ کرتا رہتا ہے اور اس کو روٹی بھی لا کر نہیں دیتے۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ان کیلئے ضروری نہ ہوتا تو شبہ ہوتا کہ وہ انسان کو ضرر پہنچا سکتے ہیں یا نہیں لیکن اب یقینی ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ باقی رہا یہ کہ عورتوں کے سر پر جنّ چڑھتے ہیں یہ سب بیماریاں ہیں یا وہم ہیں یا سائنس کے نتائج ہوتے ہیں۔ جیسے فاسفورس رات کو چمکتی ہے یہ اکثر قبرستانوں میں دکھلائی دیتی ہے۔ کیونکہ ہڈیوں سے فاسفورس نکلتی ہے اور وہ چمکتی ہے اور عوام اس کو جنّوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(اخبار الفضل قادیان دارالامان نمبر 82 جلد 8۔ مورخہ 2 مئی 1921ء صفحہ 7)

اسی طرح فضائل القرآن کے نام پر طبع ہونے والے اپنے ایک خطاب میں حضور جنّوں کے بارہ میں ایک اور پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جنّ غیر از انسان وجود ہیں جو رسول کریم ﷺ حضرت موسیٰؑ اور حضرت سلیمانؑ پر ایمان لائے تھے مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا ان معنوں کو قرآن کریم تسلیم کرتا ہے۔ اگر یہ ایک استعارہ ہے تو یقیناً قرآن کریم نے اس کو اپنی کسی دوسری آیت میں حل کیا ہو گا اور استعارہ تسلیم نہ کرنے کی صورت میں قرآن کریم کی دو آیتیں باہم ٹکرا جائیں گی اور اس طرح قرآن میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ پس ہمیں دیکھنا چاہئے کہ اس کو استعارہ تسلیم نہ کرنے سے قرآن میں اختلاف پیدا ہوتا ہے یا استعارہ تسلیم کر کے۔ جو لوگ استعارہ نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں کہ یہ ایسا ہی لفظ ہے جیسے شیطان کا لفظ آتا ہے۔ جس طرح شیطان سے مراد ایک ایسی مخلوق ہے جو انسانوں سے علیحدہ ہے اسی طرح جنّ بھی ایک ایسی مخلوق ہے جو انسانوں سے الگ ہے حالانکہ وَاِذَا خَلَوۡا اِلٰی شَیٰطِیۡنِہِمۡ میں مفسرین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ اس جگہ شیاطین سے مراد یہودی اور ان کے بڑے بڑے سردار ہیں۔ پس اگر انسان شیطان بن سکتا ہے تو انسان جنّ کیوں نہیں بن سکتا؟

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ یُوۡحِیۡ بَعۡضُہُمۡ اِلٰی بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا۔

(الانعام:113)

یعنی ہم نے ہر نبی کے دشمن بنائے ہیں شیطان آدمیوں میں سے بھی اور جنّوں میں سے بھی جو لوگوں کو مخالفت پر اکساتے اور انہیں نبی اور اس کی جماعت کے خلاف برانگیختہ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے

صاف طور پر بتا دیا ہے کہ انسان بھی شیطان ہوتے ہیں۔ پس اگر شیاطین الانس ہو سکتے ہیں تو جنّ الانس کیوں نہیں ہو سکتے۔یعنی جس طرح انسانوں میں سے شیطان کہلانے والے پیدا ہو سکتے ہیں اسی طرح ان میں سے جنّ کہلانے والے بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔پس قرآن سے ہی پتہ لگ گیا کہ صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں ہی جنّ نہیں تھے بلکہ حضرت موسیٰؑ اور رسول کریم ﷺ پر بھی جنّ ایمان لائے تھے۔

(فضائل القرآن نمبر 6 صفحہ 387 تا 388)

اسی طرح تفسیر کبیر میں جنّوں کے بارہ میں سیر حاصل بحث فرمانے کے بعد اس بحث کا خلاصہ تحریر فرماتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن کریم میں جنّ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔(۱) جنّ وہ تمام مخفی مخلوق جو غیر مرئی شیطان کی قسم سے ہے یہ مخلوق اسی طرح بدی کی تحریک کرتی ہے جس طرح ملائکہ نیک تحریکات کرتے ہیں۔ ہاں یہ فرق ہے کہ ملائکہ کی تحریک وسیع ہوتی ہے اور ان کی تحریک محدود ہوتی ہے۔یعنی ان کو زور انہی پر حاصل ہوتا ہے جو خود اپنی مرضی سے بدخیالات کی طرف جھک جائیں۔انہیں شیاطین بھی کہتے ہیں۔

(۲) جنّ سے مراد قرآن کریم میں Cave men بھی ہے۔یعنی انسان کے قابل الہام ہونے سے پہلے جو بشر زیر زمین رہا کرتے تھے اور کسی نظام کے پابند نہ تھے۔ہاں آئندہ کیلئے قرآن کریم نے یہ اصطلاح قرار دے لی کہ جو لوگ اطاعت کا مادہ رکھتے ہیں ان کا نام انسان رکھا اور جو لوگ ناری طبیعت کے ہیں اور اطاعت سے گریز کرتے ہیں ان کا نام جنّ رکھا۔

(۳) شمالی علاقوں کے وہ لوگ یعنی یورپ وغیرہ کے جو ایشیاء کے لوگوں سے میل ملاپ نہ رکھتے تھے اور جن کیلئے آخر زمانہ میں حیرت انگیز دنیوی ترقی اور مذہب سے بغاوت مقدر تھی۔ان کا ذکر سورۂ رحمٰن میں کیا ہے۔

(۴) غیر مذہب کے لوگوں کو اور اجنبیوں کو جنہیں بعض اقوام جیسے ہندو اور یہود کوئی نئی مخلوق سمجھتے تھے۔ان کو عام محاورہ کے طور پر جنّ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جیسے حضرت سلیمان کے جنّ یا رسول کریم ﷺ پر ایمان لانے والے لوگ۔

میرے نزدیک دوزخ میں جانے والے جن جنّات کا ذکر آتا ہے ان سے مراد یا تو وہی ناری طبیعت والے لوگ ہیں جو اطاعت سے باہر رہتے ہیں۔اور کسی مذہب یا تعلیم کو قبول نہیں کرتے۔ اور انسان دوزخیوں سے مراد وہ کفار ہیں جو کسی نہ کسی مذہب سے اپنے آپ کو وابستہ کرتے ہیں۔ یا پھر اقوام شمال مغرب کو جنّ قرار دیا ہے۔اور جنوبی دنیا اور مشرق کے لوگوں کو انس قرار دیا ہے۔جیسا کہ عرف عام میں یہ لوگ ان ناموں سے مشہور تھے۔۔۔۔۔۔

یہ تعلیق ختم کرنے سے پہلے میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ کئی پرانے بزرگ کم سے کم اس خیال میں میرے ساتھ شریک ہیں کہ وہ جنّ کوئی نہیں ہوتے جو انسانوں سے آ کر ملیں اور اس پر سوار ہو جائیں اور ان سے مختلف کام لیں۔۔۔۔۔۔اگر کہا جائے کہ بعض بزرگوں نے جنّات کا ذکر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روحانی نظارے ہیں۔ اور عالم مثال میں ایسی باتیں نظر آ جاتی ہیں۔انہوں نے کشف سے بعض امور دیکھے اور چونکہ عوام میں جنّات کا عقیدہ تھا اور قرآن کریم میں بھی لفظ جنّ کا استعمال ہوا ہے انہوں نے ان مثالی وجودوں کو اصلی وجود سمجھ لیا۔

میرا اپنا ذاتی تجربہ اس بارہ میں یہ ہے کہ کئی مختلف وقتوں میں لوگوں نے مجھے ایسے خطوط لکھے ہیں کہ جنّات ان کے گھر میں آتے اور فساد کرتے ہیں۔میں نے ہمیشہ اپنے خرچ پر اس مکان کا تجربہ کرنا چاہا لیکن ہمیشہ ہی یا تو یہ جواب ملا کہ اب ان کی آمد بند ہو گئی ہے۔ یا یہ کہ آپ کے خط آنے یا آپ کا آدمی آنے کی برکت سے وہ بھاگ گئے ہیں۔میرا اپنا خیال ہے کہ جو کچھ ان لوگوں نے دیکھا ایک اعصابی کرشمہ تھا۔میرے خط یا پیغامبر سے چونکہ انہیں تسلی ہوئی وہ حالت بدل گئی۔

اگر اس تفسیر کے پڑھنے والوں میں سے کسی صاحب کو اس مخلوق کا تجربہ ہو۔ اور وہ مجھے لکھیں تو میں اپنے خرچ پر اب بھی تجربہ کرانے کو تیار ہوں۔ ورنہ جو کچھ میں متعدد قرآنی دلائل سے سمجھا ہوں یہی ہے کہ عوام الناس میں جو جنّ مشہور ہیں اور جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ انسانوں سے تعلق رکھتے اور ان کو چیزیں لا کر دیتے ہیں۔ یہ محض خیال اور وہم ہے۔ یا مداریوں کے تماشے ہیں جن کے اندرونی بھید کے نہ جاننے کی وجہ سے لوگوں نے ان کو جنّات کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اس علم کا بھی میں نے مطالعہ کیا ہے۔ اور بہت سی باتیں ان ہتھکنڈے کرنے والوں کی جانتا ہوں۔

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 69 تا 70)

علاوہ ازیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی مجالس عرفان اور مجالس سوال و جواب میں جنّوں کے متعلق ہونے والے سوالات کے جواب میں ہمیشہ یہی موقف بیان فرمایا کہ قرآن وحدیث میں ایسے جنّوں کا کہیں ذکر نہیں ملتا جو مولویوں کے دماغوں کے جنّ ہیں اور جو ان کے کہنے پر راتوں رات کسی شخص کو اٹھا کر ان کے سامنے حاضر کر دیں۔ چنانچہ حضور اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ’’الہام، عقل، علم اور سچائی‘‘ میں فرماتے ہیں:

اب ہم سائنسی تناظر میں ازمنۂ قدیم کے قصے کہانیوں میں مذکور جنّ کی حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں۔۔۔۔جنّ کا لفظ کسی پوشیدہ، غیر مرئی، الگ تھلگ اور دور کی چیز پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں گہرے اور گھنے سائے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے جَنَّةٌ کے لفظ کو (جو اسی مادہ سے نکلا ہے) جنت کیلئے استعمال کیا ہے جو ایسے گھنے باغات پر مشتمل ہے جن کے سائے بہت ہی گہرے ہیں۔جنّ کے لفظ کا اطلاق سانپوں پر بھی ہوتا ہے جو فطرتاً پوشیدہ اور چھپ کر رہنا پسند کرتے ہیں جس کیلئے وہ الگ تھلگ بلوں اور چٹانوں میں موجود سوراخوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ جنّ کا لفظ باپردہ عورتوں کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے اور ایسے سرداروں اور بڑے لوگوں کیلئے بھی جو عوام سے دور رہنا پسند کرتے ہیں۔ اسی طرح دور دراز اور دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں بسنے والے لوگوں پر بھی جنّ کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ الغرض عام انسانی نگاہ سے اوجھل اور پوشیدہ ہر چیز پر جنّ کا لفظ اطلاق پاتا ہے۔

جنّ کے لفظ کا مذکورہ بالا مفہوم آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کے عین مطابق ہے جس میں آپ ﷺ نے لوگوں کو خشک گوبر اور ہڈیوں سے استنجا کرنے سے اس لئے منع فرمایا ہے کہ یہ جنّوں کی خوراک ہے۔ جس طرح آج کل صفائی کیلئے ٹائلٹ پیپر استعمال کئے جاتے ہیں اسی طرح پرانے زمانہ میں لوگ صفائی کیلئے مٹی کے خشک ڈھیلے، پتھر یا قریب پڑی کوئی اور خشک چیز استعمال کیا کرتے تھے۔ پس ہم بآسانی یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں جس جنّ کا ذکر فرمایا ہے اس سے مراد کوئی غیر مرئی مخلوق ہی ہے جس کا گزارہ ہڈیوں اور فضلہ وغیرہ پر ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ اس وقت دنیا میں بیکٹیریا اور وائرس کا کوئی تصور موجود نہیں تھا اور کوئی شخص اس قسم کی غیر مرئی اور خوردبینی مخلوق کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جس مخلوق کی طرف آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے،عربی زبان میں اس کیلئے جنّ سے بہتر اور کوئی لفظ نہیں ہے۔

(الہام، عقل، علم اور سچائی صفحہ 311 تا 312)

اس سوال پر کہ جنّات کے متعلق اسلام کا کیا تصور ہے، قرآن میں یا حدیث میں سے اس کا کیا ثبوت ملتا ہے یا آنحضرت ﷺ کی زندگی میں کوئی ایسا واقعہ ہوا ہے جس سے ثابت ہو کہ جنّات کا بھی وجود ہے یا جس طرح آج کل کے لوگوں میں تصورات ہیں کہ جن چڑھ جاتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ حضورؒ نے فرمایا:

میں تو جنّوں پہ بہت بول چکا ہوں۔جنّ تو ایسی بلا ہے کہ پیچھا ہی نہیں چھوڑتی۔جس مجلس میں جاؤ، جس ملک میں جاؤ جنّ ضرور آ جاتے ہیں۔یعنی جنّ کا سوال آ جاتا ہے۔ بہت دفعہ بتا چکا ہوں، خدام الاحمدیہ کے اجتماعوں میں بھی جنّ آیا کرتا تھا۔انصار اللہ میں بھی اس نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ ابھی بھی جہاں کراچی جاؤ وہاں سوال ہو جاتا ہے۔ پنڈی جاؤ وہاں سوال ہو جاتا ہے۔ انگلستان میں یورپ میں ہر جگہ پاکستانیوں کو جنّ کے ساتھ بڑی دلچسپی ہے۔

جنّ کا لفظ قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر مختلف رنگ میں آیا ہے۔مختصراً جنّ سے مراد عربی زبان میں مخفی چیزیں ہیں۔یعنی عربی میں جنّ لفظ ان چیزوں پر اطلاق پاتا ہے جو کسی پہلو سے بھی مخفی ہوں۔ اور سانپ کو بھی اسی لئے جنّ یا جانّ کہا جاتا ہے اور عورتوں کو بھی جنّ کہا جاتا ہے جو پردہ دار ہوں۔ بڑے لوگ جو عوام الناس سے الگ رہیں، چھپ کے رہیں ان کو بھی جنّ کہا جاتا ہے۔ پہاڑی قومیں جو عموماً Plain میں بسنے والے لوگوں سے، عام زمین پہ بسنے والے لوگوں سے بے تعلق رہتی ہیں، مخفی رہتی ہیں ان کو بھی جنّ کہا جاتا ہے۔ غاروں کے بسنے والے لوگوں کو بھی جنّ کہا جاتا ہے۔ Hardy، جفاکش اس کیلئے بھی جنّ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ Bacteria کیلئے بھی جنّ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا کہ یہ جنّ کی خوراک ہے۔ اس زمانہ میں تو Bacteria کا کوئی تصور نہیں تھا نہ یہ پتہ تھا کہ کسی چیز کی خوراک ہے۔ مگر بعد کے زمانوں میں تحقیق ہوئی تو پتہ چلا کہ واقعی ہڈی کے ساتھ Bacteria چمٹے ہوتے ہیں اور وہ مضر ہیں اور اس سے استنجاء نہیں کرنا چاہئے۔ تو جنّ کا ایک معنی تو ہے مخفی۔ ان معنوں میں جنّ کے سارے معنی ہیں۔ ایک اور معنی ہے آگ سے پیدا ہوا ہے۔جس

میں ناری صفات پائی جاتی ہوں، جس میں بغاوت کی روح پائی جاتی ہو۔ تو ہر وہ قوم جو آتشیں مزاج رکھتی ہو، جو Volatile ہو، غصہ جلدی آتا ہو اور لڑاکا اور فسادی، بغاوت کرنے والی ان سب کو جن کہا جاتا ہے۔ حضرت سلیمان اور حضرت داؤد کے جو غلام بنائے گئے تھے جنّ وہ ایسی قومیں تھیں جن پر فتح ہوئی اور ان میں جفاکشی بھی ساتھ تھی اور بغاوت کا مادہ بھی تھا۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے ان کو زنجیروں میں جکڑا گیا تھا اور ان سے Forced Labour لی جاتی تھی۔ اگر وہ اس قسم کے جنّ ہوں جیسے مولویوں کے دماغ میں پیدا ہوتے ہیں تو وہ زنجیروں میں تو نہیں جکڑے جاسکتے۔ صاف پتہ چل گیا کہ وہ جنّ جو ہیں وہ کوئی مادی مخلوق ہے۔ چنانچہ بڑے لوگوں اور Capitalist System کیلئے بھی قرآن کریم نے جنّ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چوٹی کے لوگ خواہ وہ Capitalist ہوں خواہ وہ عوامی حکومتوں کے نمائندے ہوں، ان کو سورۃ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ مخاطب کرکے فرماتا ہے:

يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا ؕ لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔

(الرحمٰن:34تا35)

معشر الجن اے جنّوں میں سے چوٹی کے لوگو والانس اور اے عوام الناس میں سے چوٹی کے لوگو۔ یہ مراد ہے وہاں پہ۔ تو جن کا لفظ ان ساری جگہوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے بڑا وسیع لفظ ہے۔ آنحضرت ﷺ سے بھی پہاڑی علاقہ کے کچھ لوگ، جفاکش قوموں کے نمائندے ملنے کیلئے آئے اور آپ نے ان کے ساتھ، وہ چاہتے تھے کہ علیحدہ گفتگو ہو۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے باہر ان سے وقت مقرر کیا جہاں ڈیرا ڈالا تھا، وہاں ان سے ملنے گئے اور گفتگو ہوئی۔ قرآن کریم نے اس کا ذکر کیا ہے اور سورۃ جن میں اس کا ذکر آتا ہے۔ اور اس کے بعد وہ ایمان بھی لے آئے۔ اور ساتھ ہی احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ بعد میں جب صحابہ وہاں گئے تو دیکھا کہ وہاں ان کے چولہوں کے نشان تھے جہاں کھانا پکایا جاتا تھا۔ تو جنّوں کی خوراک اگر وہ جنّ تھے جو مولوی سمجھتے ہیں تو وہ تو آگ پہ کھانا نہیں پکایا کرتے ان کی تو خوراک ہی اور چیزیں ہیں وہ تو آتشیں مادہ ہے یا ہوائی سا وجود ہے۔ تو صاف پتہ چلا کہ جو جنّ رسول اکرم ﷺ سے ملنے آئے تھے وہ انسانوں میں سے تھے۔ پھر انبیاء کا تصور وہاں پایا جاتا ہے وہ کہتے ہیں ہم لوگ بڑے جاہل ہوتے تھے۔ ہم سمجھتے تھے کہ خدا اب کبھی کسی نبی کو نہیں بھیجے گا۔ لیکن دیکھو لو پھر نبی آ گیا۔ تو انبیاء تو انسانوں کیلئے آتے ہیں۔ قرآن کریم میں رسول کریم ﷺ کو ہمیشہ انسانوں کو مخاطب کرکے پیغام پہنچانے کیلئے فرمایا ہے، جنوں کو مخاطب کرکے کہیں نہیں فرمایا۔ تو اس لئے وہ جو ایمان لائے ذکر کرتے ہیں کہ ہم نبیوں کا انکار کر گئے تھے کہ آئندہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا، صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ انسانوں میں سے کچھ لوگ تھے۔ تو قرآن کریم نے ان معنوں میں، ان سے ملتے جلتے معنوں میں جو میں نے بیان کئے ہیں کئی جگہ جنوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن ایسے جنّ کا ذکر نہیں کیا جو مولوی صاحب کو لوگوں کے مرغے چرا کے لاکے دے۔ یا آپ کی خواہش ہو کہ فلاں آدمی کو پکڑ کے لے آئے تو جن رات و رات پکڑ کے لے آئے۔ ایسا کوئی ذکر قرآن کریم میں نہیں ملتا یا رسول کریم ﷺ کی زندگی میں بھی نہیں ملتا۔

(مجلس سوال جواب مؤرخہ 29 دسمبر 1984ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی جنّوں کے متعلق نہایت عمدہ مضامین تحریر فرمائے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ آپ لکھتے ہیں:

جنّ کے لفظ سے بہت سی چیزیں مراد ہوسکتی ہیں لیکن بہرحال یہ بالکل درست نہیں کہ دنیا میں کوئی ایسے جنّ بھی پائے جاتے ہیں جو یا تو لوگوں کیلئے خود کھلونا بنتے ہیں یا لوگوں کو قابو میں لاکر انہیں اپنا کھلونا بناتے ہیں یا بعض انسانوں کے دوست بن کر انہیں اچھی اچھی چیزیں لاکر دیتے ہیں اور بعض کے دشمن بن کر تنگ کرتے ہیں یا بعض لوگوں کے سر پر سوار ہوکر جنون اور بیماری میں مبتلا کر دیتے ہیں اور بعض کے لئے صحت اور خوشحالی کا رستہ کھول دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کمزور دماغ لوگوں کے توہمات ہیں جن کی اسلام میں کوئی سند نہیں ملتی اور سچے مسلمانوں کو اس قسم کے توہمات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

ہاں لغوی معنے کے لحاظ سے (نہ کہ اصطلاحی طور پر) فرشتے بھی مخفی مخلوق ہونے کی وجہ سے جنّ کہلا سکتے ہیں اور یہ بات اسلامی تعلیم سے ثابت ہے کہ فرشتے مومنوں کے علم میں اضافہ کرنے اور ان کی قوتِ عملیہ کو ترقی دینے اور انہیں کافروں کے مقابلہ پر غالب کرنے میں بڑا ہاتھ رکھتے ہیں جیسا کہ بدر کے میدان میں ہوا۔ جب کہ تین سو تیرہ (313) بے سروسامان مسلمانوں نے ایک ہزار ساز و سامان سے آراستہ جنگجو کفار کو خدائی حکم کے ماتحت دیکھتے دیکھتے خاک میں ملا دیا تھا۔ (صحیح بخاری) پس اگر سوال کرنے والے دوست کو مخفی روحوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا شوق ہے تو وہ کھلونا بننے والے یا کھلونا بنانے والے جنّوں کا خیال چھوڑ دیں اور فرشتوں کی دوستی کی طرف توجہ دیں جن کا تعلق خدا کے فضل سے انسان کی کایا پلٹ کر رکھ دیتا ہے۔

(مطبوعہ الفضل 13 جون 1950ء)

اسی طرح حیات قدسی میں بیان حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے بارہ میں بیان بعض اس قسم کے واقعات کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:

جہاں تک کسی کے آسیب زدہ ہونے کا سوال ہے، میرا نظریہ یہ ہے کہ یہ ایک قسم کی ہسٹیریا کی بیماری ہے۔ جس میں بیمار شخص اپنے غیر شعوری یعنی سب کانشنس خیال کے تحت اپنے آپ کو بیمار یا کسی غیر مرئی روح سے متاثر خیال کرتا ہے اور اس تاثر میں اس شخص کی سابقہ زندگی کے حالات اور اس کی خواہشات اور اس کے خطرات غیر شعوری طور پر اثر انداز ہوتے ہیں یہ بھی ایک قسم کی بیماری ہے مگر یہ احساسِ بیماری ہے حقیقی بیماری نہیں۔ اسلام ملائکہ اور جنّات کے وجود کا تو قائل ہے اور قرآن کریم میں اس کا ذکر موجود ہے اور یہ بھی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت نظامِ عالم کو چلاتے اور لوگوں کے دلوں میں نیکی کی تحریک کرتے اور بدیوں کے خلاف احساس پیدا کرتے ہیں لیکن یہ درست نہیں اور نہ اس کا کوئی شرعی ثبوت ملتا ہے کہ جنّات لوگوں کو چمٹ کر اور ان کے دل و دماغ پر سوار ہوکر لوگوں سے مختلف قسم کی حرکات کرواتے ہیں۔ یہ نظریہ اسلام کی تعلیم اور انسان کی آزادئ ضمیر کے سراسر خلاف ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے جنّات کا مفہوم ایسا وسیع بیان کیا ہے کہ اس میں بعض خاص مخفی ارواح کے علاوہ نہ نظر آنے والے حشرات اور جراثیم بھی شامل ہیں۔ چنانچہ حدیث میں جو یہ آتا ہے کہ اپنے کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانپ کر رکھو ورنہ ان میں جنات داخل ہو جائیں گے۔ اس سے یہی مراد ہے کہ بیماریوں کے جراثیم سے اپنی خورد و نوش کی چیزوں کو محفوظ رکھو۔

بہرحال جنات کا وجود تو ثابت ہے اور خدا تعالیٰ کے نظام میں حقیقت تو ضرور ہے مگر کھیل نہیں۔ اس لئے میں اس بات کو نہیں مانتا خواہ اس کے خلاف بظاہر غلط فہمی پیدا کرنے والی اور دھوکا دینے والی باتیں موجود ہوں کہ کوئی جنّات ایسے بھی ہیں جو انسانوں کو اپنے کھیل تماشے کا نشانہ بناتے ہیں لہٰذا میرے نزدیک جو چیز آسیب کہلاتی ہے وہ ہسٹیریا کی بیماری ہے۔ اور جو چیز آسیب کے تعلق میں معمول کہلاتی ہے وہ خود نام نہاد آسیب زدہ شخص کا اپنے ہی وجود کا دوسرا پہلو ہے جو غیر شعوری طور پر آسیب زدہ شخص کی زبان سے بول رہا ہوتا ہے اور چونکہ آسیب زدہ شخص لازماً کمزور دل کا مالک ہوتا ہے۔ اس لئے جب کوئی زیادہ مضبوط دل کا انسان یا زیادہ روحانی اس پر اپنی توجہ ڈالتا ہے تو وہ اپنی قلبی اور دماغی یا روحانی طاقت کے ذریعہ آسیب کے طلسم کو توڑ دیتا ہے۔ مادی لوگ تو محض قلبی توجہ سے یہ تغیر پیدا کرتے ہیں لیکن روحانی لوگوں کے عمل میں روح کی توجہ اور دعا کا اثر بھی شامل ہوتا ہے اور توجہ کا علم بہرحال حق ہے۔

(حیات قدسی مصنفہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ صفحہ 617تا618)

باقی طارق میگزین میں شائع ہونے والے انٹرویو میں بیان باتیں ایک سنے ہوئے واقعہ پر مبنی ہیں، جس میں سننے والے کو بھی غلطی لگ سکتی ہے، کیونکہ جہاں تک مجھے یاد ہے حضورؒ نے یہ کہیں بیان نہیں فرمایا کہ آپ نے کسی جنّ کو بلیڈ لگاتے ہوئے دیکھا تھا بلکہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگلی صبح دیکھا تو بلیڈ لگا کے رکھا ہوا تھا۔ پھر حضورؒ نے اس سلسلہ میں اس رات کا جو واقعہ بیان فرمایا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی کشفی نظارہ ہو۔ کیونکہ حضورؒ کا اپنی تحریرات اور دیگر مجالس عرفان میں جنّات کے بارہ میں بیان موقف اس قسم کے جنّات کے وجود کے خلاف ہے۔

پس جنّ کے لفظ سے بہت سی چیزیں مراد ہوسکتی ہیں لیکن یہ درست نہیں کہ دنیا میں کوئی ایسے جنّ بھی پائے جاتے ہیں جو لوگوں کیلئے کھلونا بنتے ہوں یا لوگوں کو قابو میں لاکر انہیں اپنا کھلونا بناتے ہوں۔ یا وہ کچھ لوگوں کے دوست بن کر انہیں میوے اور مٹھائیاں لاکر دیتے ہوں اور بعض کے دشمن بن کر ان کے سروں پر چڑھ کر اور انہیں چمٹ کر انہیں تنگ کرتے ہوں۔ اس قسم کے خیالات مولویوں کی ایجادات ہیں جو کمزور دماغ اور وہمی خیال لوگوں کو اپنے ہتھکنڈوں سے شکار کرکے ان سے فائدے اٹھاتے ہیں۔ اسلام میں اس قسم کے جنّات کی کوئی سند نہیں ملتی اور سچے مسلمانوں کو اس قسم کے توہمات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

اگر ایسے کوئی جنّ ہوتے تو ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ وہ وجود باجود تھے جن کی ان جنّات کو لازماً مدد اور آپ کے دشمنوں کے سروں پر چڑھ کر انہیں تباہ و برباد کرنے کی سعی کرنی چاہیئے تھی، خصوصاً جبکہ قرآن و حدیث میں آپ ﷺ پر ایک قسم کے جنّوں کے ایمان لانے کا ذکر بھی موجود ہے۔ پس عملاً ایسا نہ ہونا ثابت کرتا ہے کہ ان تصوراتی جنّوں کا اس دنیا میں کوئی وجود نہیں۔

ایم ایم اصغر

جماعت احمدیہ کے خلاف کفر کا فتویٰ اور جماعت کا ردعمل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
اے دل تو نیز خاطر اینان نگہدار
کآخر کنند دعویٰ حب پیمبرم

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورِ خلافت میں احمدیوں کو نا مسلم قرار دیا گیا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا ردعمل اور موقف کیا تھا اس سلسلہ میں آپ کی چند تحریرات پیش ہیں:

بھٹو ایک ہوشیار انسان

''ایک زمانہ تھا کہ پروٹسٹنٹ عیسائیوں کو کافر قرار دیا گیا تھا وہ دور گزر گیا اور اب انہیں کوئی کافر نہیں کہتا اور وہ عیسائی ہی شمار ہوتے ہیں اگر ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ماجرا گزرا ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ایسا دنیا میں ہوتا ہی آیا ہے

بھٹو ایک ہوشیار انسان تھا اس نے اعلان یہ کیا کہ احمدی آئین یا قانون کی اغراض کے تحت نا مسلم شمار ہوں گے کسی اور غرض کا اس نے ذکر نہیں کیا''

(دورہ مغرب 1400ھ صفحہ 289)

ہمیں کسی سند کی ضرورت نہیں

''ہمارے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کے لئے کسی فتویٰ کی ضرورت نہیں۔ یہ خیال کرنا کہ جب تک حکومت ہمیں مسلمان تسلیم نہ کرے خدا بھی ہمیں مسلمان نہیں مانے گا ہمیں کسی کی سند کی ضرورت نہیں ہاں ہمیں فکر یہ کرنی چاہیئے کہ ہمارا خدا ہم سے ناراض نہ ہوجائے اس سے بے وفائی نہیں کرنی۔ اصل تو خدا ہے۔ بنیادی حقیقت اس کائنات کی توحید باری تعالیٰ ہے اس کو چھوڑ کر، اس کو ناراض کر کے ہم کہاں جائیں گے۔

انسانوں کی پرواہ نہ کرو انسان کی حیثیت ہی کیا ہے وہ ایک ذرہ پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں ہے اس لئے بجز خدا کے کسی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہمیشہ مسکراتے رہو صرف خدا سے ڈرو اور ہمیشہ اس فکر میں رہو کہ وہ ناراض نہ ہوجائے.......

خدا سے کبھی بے وفائی نہ کرو خدا کے بن کر خدا میں ہو کر زندگی گزارو اور اپنی زندگیوں میں اسلام کا ایسا اعلیٰ نمونہ دکھاؤ کہ یہ لوگ اس دنیا کی طرف کھنچے چلے آئیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا ہے۔

(دورۂ مغرب 1400 ھ صفحہ 134 تا 135)

قرآن کریم کی خلاف ورزی

قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ۔

(الحجرات:15)

اس آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ بعض بادیہ نشین عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں یعنی ہم مومن ہیں (اللہ کہتا ہے) ان اعراب سے کہو کہ تم ابھی ایمان نہیں لائے یعنی تم مومن نہیں بنے بلکہ یہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے ہیں یعنی ہم مسلمان ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے اور اسلام لانے میں جو فرق ہے اسے بیان فرمایا ہے۔

خدا جو عالم الغیب ہے اور جو دلوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے وہ ان لوگوں کو جن کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہہ سکتے ہیں ایسی صورت میں کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی ایسے شخص کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو یہ کہے کہ تو مسلمان نہیں ہے۔

اگر قرآن پر عمل کرنا ہے تو اسے بہر حال مسلمان تسلیم کرنا پڑے گا کہ جو لوگ ہمیں مسلمان تسلیم نہیں کرتے وہ قرآن کی خلاف ورزی کرتے ہیں لیکن ہم ان کا یہ حق تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہہ سکتے ہیں اور ہمارے نزدیک وہ امت مسلمہ کا حصہ ہیں۔

اگر وہ ہمیں مسلمان نہ کہہ کر قرآن کی خلاف ورزی کر رہے ہیں تو اس کے یہ معنے تو نہیں کہ ہم بھی قرآن کی خلاف ورزی کریں کوئی اور کرتا ہے کرے ہم تو قرآن کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔

دل سے خیر خواہ

''ہم تو ان کے لئے اپنے دل میں اچھے جذبات رکھتے ہیں اور دل سے ان کے خیر خواہ ہیں اور ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اگر کوئی مجھے صبح سے شام تک گالیاں دیتا ہے تو مجھے اس سے کیا وہ اپنا وقت آپ ضائع کرتا ہے لیکن میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں اچھے لوگ بڑی کثرت سے ہیں لاکھ میں سے ایک بھی مشکل سے ایسا ہوگا جو ہمیں دکھ دیتا ہے ایسے قلیل حصہ کی وجہ سے پوری قوم کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔''

(دورہ مغرب 1400ھ صفحہ 217 تا 218)

1974ء کے فسادات میں جماعت کو نصیحت

''دوست دریافت کرتے ہیں کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے

میرا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کے اس حکم پر عمل کرو کہ اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ استقامت، صبر، دعاؤں اور نمازوں کے ساتھ اپنے رب سے مدد مانگو۔

پس صبر کرو اور دعائیں کرو، صبر کرو اور دعائیں کرو، صبر کرو اور دعائیں کرو''

(حیات ناصر جلد اول صفحہ 400)

دعاؤں کی ذمہ داری

''خدا تعالیٰ سے پیار کا ایک زندہ تعلق رکھ کر ہم نے اپنے ملک کے لئے دعائیں کرنی ہیں اور اس کی خوشحالی کے سامان پیدا کرنے ہیں۔

تدبیر اپنی جگہ ضروری ہے مگر دعاؤں کے ذریعہ ملک کی خوشحالی کے سامان پیدا کرنا اس کی ذمہ داری بڑی حد تک جماعت احمدیہ پر عاید ہوتی ہے اس لئے وہ تلخی جو مادر وطن کے بعض ناسمجھ سوتیلے رشتوں کی طرف سے ہماری زندگی میں پیدا ہو وہ ہمیں ان دعاؤں سے نہیں روک سکتی''

(افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ 1974ء)

بے نفس خدمت کا مقام

''... جو بے نفس خدمت کا مقام آپ کو عطا ہوا ہے اسے ہمیشہ یاد رکھو ہمیشہ یاد رکھو کہ ایک احمدی کسی سے دشمنی نہیں کرتا اور نہ کرسکتا ہے کیونکہ اس کے خدا نے اسے پیار کرنے کے لئے اور خدمت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اور خدا کرے کہ جس غرض کے لئے ایک احمدی کو پیدا کیا ہے وہ غرض ہمیشہ اس کی آنکھوں کے سامنے رہے اور ہمیشہ اس کے جوارح سے وہ ظاہر ہوتی رہے اور اس کے عمل سے پھوٹ پھوٹ کر نکلتی رہے اَللّٰھُمَّ اٰمین ''

(افتتاحی خطاب 1975ء)

کلام وارث شاہ

ایہہ میں جو چار کتاباں پڑھیاں
اپنے علم دیاں لاواں تڑیاں
ویلا میرے علم دا ٹھوٹھا جے
ہر فتویٰ میرا جھوٹھا جے
میں آپ تاں فرض نبھاواں نہ
کدی دین دے نیڑے جاواں نہ
پر کافر آکھاں ہر اک نوں

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
GET IT ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: عبدالہادی قریشی۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن سیرالیون

سیرالیون، مکینی ریجن میں سیکنڈری اسکول کا بابرکت افتتاح

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیہ مسلم جماعت سیرالیون کو مؤرخہ 10 جون 2021ء کو مکینی کے علاقہ بونکو بانہ میں ایک احمدیہ سیکنڈری سکول کے افتتاح کی توفیق ملی۔ الحمدللہ

یہ سکول IAAAE کی جانب سے بونکوبانہ کے ماڈل ویلج میں بنایا گیا ہے اور اس کا کل مسقّف احاطہ 25×82 فٹ ہے اور اس میں چار کلاس روم اور ایک سٹاف روم شامل ہے۔ ہر کلاس روم میں 40 طلباء کے بیٹھنے کی گنجائش ہے۔ اس طرح اس سکول میں 160 طلباء تعلیم حاصل کرسکیں گے۔ اس عمارت کا سنگِ بنیاد مکرم طاہر احمد بھٹی صاحب مبلغ سلسلہ مکینی ریجن نے رکھا تھا اور آپ ہی کو اس کے تعمیری کام کی نگرانی کی سعادت حاصل ہوئی۔

مؤرخہ 10جون کو افتتاح کی باقاعدہ تقریب بونکو بانہ میں منعقد ہوئی جس کی صدارت مکرم سعید الرحمٰن صاحب امیرومشنری انچارج سیرالیون نے فرمائی۔ تلاوتِ قرآن کے بعد مہمانوں کا تعارف کروایا گیا۔ امیر صاحب نے اپنے خطاب میں بد رسومات سے بچنے اور اسلامی تعلیمات پر چلنے کی نصیحت فرمائی۔

مکرم امیر صاحب نے باقاعدہ فیتہ کاٹ کر اسکول کا افتتاح فرمایا اور دعا کروائی۔

علاقہ کے لوگوں کی جانب سے اس سکول کے افتتاح پر بہت خوشی کا اظہار کیا گیا اور سکول کے طلباء نے مل کر نظمیں پڑھیں۔ اس تقریب میں 20اساتذہ ، گورنمنٹ کے نمائندوں اور علاقہ کے نمائندگان سمیت ساڑھے آٹھ سو افراد نے شرکت کی۔

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

پروا بھی نہیں ہوتی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی مثال دی ہے کہ کسی ہندو نے بڑی تکلیف برداشت کر کے اپنے لڑکے کو بی اے یا ایم اے کرایا اور اس ڈگری کو حاصل کرنے کے بعد وہ ڈپٹی ہوگیا۔ آجکل ڈپٹی ہونا کوئی بڑا اعزاز نہیں سمجھا جاتا لیکن پہلے وقتوں میں ڈپٹی ہونا بھی بڑی بات تھی۔ اُس کے باپ کو خیال آیا کہ میرا لڑکا ڈپٹی ہوگیا ہے میں بھی اُس سے مل آوں۔ چنانچہ جس وقت وہ ہندو اپنے بیٹے کو ملنے کے لئے مجلس میں پہنچا تو اس وقت اُس کے پاس وکیل اور بیرسٹر وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ بھی اپنی غلیظ دھوتی کے ساتھ ایک طرف بیٹھ گیا۔ باتیں ہوتی رہیں کسی شخص کو اس غلیظ آدمی کا بیٹھنا برا محسوس ہوا اور اُس نے پوچھا کہ ہماری مجلس میں یہ کون آبیٹھا ہے۔ ڈپٹی صاحب اس کی یہ بات سن کر کچھ جھینپ سے گئے اور شرمندگی سے بچنے کے لئے کہنے لگے یہ ہمارے ٹھلیا ہیں۔ باپ اپنے بیٹے کی یہ بات سن کر غصے کے ساتھ جل گیا اور اپنی چادر سنبھالتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ جناب میں ان کا ٹھلیا نہیں ان کی ماں کا ٹھلیا ہوں‘‘۔ (حضرت مصلح موعودؓ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ)۔ ’’ساتھ والوں کو جب معلوم ہوا کہ یہ ڈپٹی صاحب کے والد ہیں تو انہوں نے اس کو بہت لعن طعن کی اور کہا کہ اگر آپ ہمیں بتاتے تو ہم اُن کی مناسب تعظیم وتکریم کرتے اور ادب کے ساتھ ان کو بٹھاتے۔ بہرحال اس قسم کے نظارے روزانہ دیکھنے میں آتے ہیں کہ لوگ رشتہ داروں کے ساتھ ملنے سے جی چراتے ہیں تا کہ اُن کی اعلیٰ پوزیشن میں کوئی کمی واقع نہ ہوجائے۔ گویا ماں باپ کا نام روشن کرنا تو الگ رہا اُن کے نام کو بٹہ لگانے والے بن جاتے ہیں اور سوائے ان لوگوں کے جو اس نقطۂ نگاہ سے والدین کی عزت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ والدین کی عزت کرو۔ دنیاداروں میں سے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو والدین کی پورے طور پر عزت کرتے ہیں اور زمینداروں اور تعلیم یافتہ طبقہ دونوں میں یہی حالات نظر آتے ہیں۔ اسی طرح بعض نوجوان اپنی ماؤں کی خبر گیری ترک کر دیتے ہیں اور جب پوچھا جاتا ہے تو اُن کا جواب یہ ہوتا ہے کہ اماں جی کی طبیعت تیز ہے اور میری بیوی سے اُن کی بنتی نہیں‘‘۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ) ’’یہ کوئی بات نہیں ہے کیونکہ ماں کا بھی بہرحال ایک مقام ہے۔ پس اس خطرناک نقص کو دور کرو اور اپنے والدین کی خدمت بجالاؤ۔ ورنہ تم اس جنت سے محروم ہوجاؤ گے۔ جو تمہارے ماں باپ کے قدموں کے نیچے رکھی گئی ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 593)

(خطبہ جمعہ 16/ جنوری 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

چھوٹی مگر سبق آموز بات

قبولیت دعا

قبولیت دعا کے ساتھ صفات الٰہیہ کا گہرا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلِلّٰہِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی فَادۡعُوۡہُ بِہَا

یعنی: اللہ کے پاک نام اور خوبصورت صفات ہیں ان کو یاد کر کے خدا کو پکارو اور اس سے دعا مانگا کرو۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا :

اللہ تعالیٰ کی ننانوے صفات ہیں جو شخص ان صفات کو خوب اچھی طرح یاد اور مستحضر رکھتا ہے وہ جنتی ہے۔

(ترمذی)

مرسلہ: ناصرہ احمد۔ کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

31 جولائی 2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	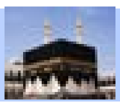	04:30	19:00
مدینہ منورہ	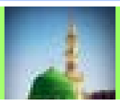	04:23	19:06
قادیان	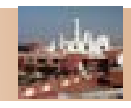	04:11	19:26
ربوہ		03:51	19:06
اسلام آباد ٹلفورڈ		03:57	20:51